تصوّف

پروفیسر محمد احمد پرنسپل اسلامیہ کالج سکھر

مغربی تعلیم کی جملہ خرابیوں میں سے ایک خرابی یہ بھی ہے کہ مغربی تعلیم یافتہ حضرات مغربی مفکروں کی تعلیم کی روشنی میں اپنی ہر طرز زندگی کو عموماً اور دین کے اصولوں کو خصوصاً پرکھا کرتے ہیں اور پھر چند نتیجوں پر پہنچ جاتے ہیں جن کو وہ سیچ کی آخری منزل سمجھ کر ان پر ایک کٹر اور متشدد[1] کی حیثیت سے اڑ جاتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی چاہتے ہیں کہ علمائے کرام و صوفیائے عظام ان کے نتائج کو حق مان کر قبول کرلیں اور چونکہ ایسا نہیں ہوتا وہ ان صاحبان کو نازیبا الفاظ سے یاد فرمانے لگتے ہیں اور ان بزرگوں کو اپنے نقد و نظر کے تیر کا شکار بنانے میں دلی مسرت محسوس کرتے ہیں۔ ان ناقدین حضرات میں چند ایسے بھی مشہور و معروف مفکرین شامل ہیں جو دین میں اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اتباعِ عقل کو ترجیح دیتے ہیں۔

آیئے ہم ناقدین تصوف کی تنقید کا اصولی طور سے جائزہ لیں۔

پہلا اعتراض یہ ہے کہ اسلام میں تصوف کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ یہ دوسرے مذاہب کا اثر ہے یہ اعتراض کم علمی پر مبنی ہے۔ اسلام کی تکمیل پانچ اجزاء سے ہوتی ہے اولاً عقائد۔ دوئم عبادات سوئم معاملات۔ چہارم معاشرت۔ پنجم اصلاح قلب جس کو تزکیۂ نفس، تصوف یا صوفی ازم کے الفاظ

---

[1] FANATIC

سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اسے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں "احسان" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ کبر، عجب، حسد، غیبت، حبِّ دنیا، حبِّ دنیا وغیرہ انسان کے دل کی بیماریاں ہیں اور ان سے چھٹکارا ظاہری علوم سے نہیں ہو سکتا بلکہ یہ ظاہری علوم تو اکثر ان بیماریوں میں اور اضافہ کر دیتے ہیں۔ ان بیماریوں کا علاج روحانی ڈاکٹروں کے اسپتالوں یعنی صوفیائے کرام کی خانقاہوں میں ہوتا ہے۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ظاہری اعمال بھی باطن کی اصلاح کے لئے ہیں اور باطن کی صفائی مقصود اور موجب نجات اور اس کی کدورت اور میلا پن موجب ہلاکت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔

بے شک جس نے نفس کو صاف کیا کامیاب رہا اور جس نے اس کو میلا کیا ناکام رہا۔

اس دن مال و اولاد کام نہ آئیں گے مگر جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاس سلامت قلب لیکر آیا۔

پس تصوف دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس سے دین کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس کی حقیقت مختصر اور عام فہم الفاظ میں یوں بیان کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے بارے میں بندہ کے قلب کو ایسا یقین و اطمینان نصیب ہو جائے جیسا کہ کسی حقیقت کے مشاہدہ سے ہو جایا کرتا ہے پھر اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ سے عبدیت کا وہ رابطہ پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے قلب ہمہ دم اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی عظمت و محبت سے معمور رہے۔ یہ عین کمال دین و ایمان ہے۔ پھر اس نور یقین اور احسانی کیفیت کا قدرتی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تعلق کے مقابلہ میں سارے تعلقات فنا ہو جاتے ہیں پھر اس کے تمام ظاہری و باطنی اعمال مثلاً دوستی، دشمنی، کسی سے ملنا یا نہ ملنا اور لینا اور دینا سب اللہ ہی کے لئے ہونے لگتے ہیں۔ یہی مقام اخلاص ہے[1]۔ حضرت مجذوب[2] فرماتے ہیں۔

مصرعہ تمنا دل سے رخصت ہو گئی

اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

ناقدین تصوف کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اسلام کو اور مسلمانوں کو تصوف نے تباہ و برباد کیا ہے اس کو وہ افیون کا انجکشن کہتے ہیں، جس سے قوائے عمل فالج زدہ ہو جاتے ہیں۔ کاش کہ یہ حضرات علمائے ربانی کی

---

[1] مولانا منظور صاحب نعمانی (دین و شریعت)

تاریخ سے واقف ہوتے کہ جب بھی انہوں نے محسوس کیا کہ دین میں ٹھہراؤ آگیا ہے تو انہوں نے اپنی بے نظیر اور پرخلوص جدوجہد سے اس میں روح عمل پھونک دی۔ مولانا ابوالحسن صاحب ندوی فرماتے ہیں۔

"حقیقت یہ ہے کہ اگر ہندوستان میں اللہ تعالیٰ دو شخصوں کو پیدا نہ کرتا اور ان سے اپنے دین کی دستگیری نہ فرماتا تو یوں تو اللہ تعالیٰ اپنے دین کا نگہبان ہے اس کی حفاظت دین کے طریقے ہزار ہیں۔ لیکن بظاہر تیرھویں صدی تک یا اسلام ہندوستان سے بالکل فنا ہو جاتا یا اتنا بگڑ جاتا جتنا ہندو مذہب۔ یہ دو بزرگ ہندوستان کے مسلمانوں کے جلیل القدر محسن اور اسلام کے عظیم الشان پیشوا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ اور شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ہیں۔ احیائے اسلام اور خدمت شرع کے تذکرے میں ان تابان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درویشوں کے ساتھ ایک "دنیادار" بادشاہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر[1] مرحوم کا نام بھی زبان پر آتا ہے[2]"

حضرت سید احمد شہیدؒ[3] اور حضرت شاہ اسمٰعیلؒ[4] کی پوری زندگی عمل اور جدوجہد کی حامل رہی ہے جن کی شہادت بالاکوٹ کے مزار دے رہے ہیں۔ سید احمد شہیدؒ کے متعلق سید عبدالرحمٰن مرحوم سپہ سالار افواج نواب وزیر الدولہ بیان کرتے ہیں۔

"سورج نکلنے کے گھنٹوں بعد تک ورزش اور کشتی میں مشغول رہتے۔ میں بچہ تھا آپ کے بدن پر مٹی ملتا یہاں تک کہ خشک ہو کر جھڑ جاتی۔ پیروں پر مجھے کھڑا کر کے پانچ سو ڈنڈ لگاتے پھر کچھ ٹھہر کر پانچ سو اور۔ من بھر۔ بیس اور تیس سیر کے مگدر ہلاتے تھے۔ مولوی علیم اللہ دہلی کے مشہور پیراک استاد کہتے تھے کہ یہ وصف سید صاحبؒ ہی میں دیکھا کہ سخت بہاؤ کے خلاف پیرتے تھے۔ میں باوجود اتنی مشق اور زمانہ کے یہ نہیں کر سکتا۔"

---

[1] حضرت عالمگیرؒ حضرت خواجہ معصوم سرہندیؒ صاحبزادے اور خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مرید تھے۔

[2] سیرت سید احمد شہیدؒ [3] آپ شاہ عبدالعزیزؒ سے بیعت تھے [4] آپ سید احمد شہید سے بیعت تھے۔

مولانا نسیم احمد صاحب فریدی امروہوی کے الفاظ میں۔

"آپ (شاہ اسمٰعیل شہیدؒ) نے گھوڑے کی سواری میاں رحیم بخش چابک سوار سے سیکھی اس میں اتنی مشق بڑھالی کہ چاہے کیسا ہی منہ زور گھوڑا ہو بے زین اس پر سوار ہو کر اس کو دوڑا سکتے تھے۔ بنوٹ وغیرہ مرزا رحمت اللہ بیگ سے سیکھی۔ آپ نے کشتی کا فن بھی سیکھا تھا۔ گولی کا نشانہ بھی آپ کا بہت اچھا تھا اور اس کی بھی مشق کرتے رہتے تھے۔ آپ نے تیرنا بھی سیکھا تھا۔ علاوہ ازیں جاڑے کے زمانے میں بے سر ہائی کپڑوں اور بغیر لحاف کے رہنے کی بھی مشق کی۔ سخت دھوپ میں تپتی ہوئی زمین پر آہستہ آہستہ برہنہ پا چلنے کی بھی مشق کی۔ کم کھانے اور کم سونے کی بھی مشق کی[۲]"

مرزا حیرت دہلوی کے بیان کی رو سے گیارہ جنگیں ہوئیں ان سب میں حضرت مولانا اسمٰعیل شہید شریک رہے۔ بالآخر بالاکوٹ کے میدان میں اپنے پیر و مرشد[۳] کے ہمراہ ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ کو جمعہ کے دن اپنے خون کا آخری قطرہ اللہ کے راستے میں بہایا۔ وہیں آپ کی قبر ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں صوفیائے کرام نے انگریزی سامراج سے باقاعدہ جنگ لڑی ہے جس کے کمانڈر شیخ الشیوخ حضرت مخدوم العالم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ تھے اور آپ کے ساتھی حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حضرت محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور حضرت حافظ ضامن صاحب تھے۔ حضرت حافظ ضامن صاحبؒ کی شہادت اس جنگ آزادی میں ہوئی تھی۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ اور حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ انگریزی حکومت سے ٹکر لینے کی پاداش میں کافی عرصہ تک مالٹا میں قید رہے۔ پاکستان کی جنگ آزادی میں حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کا نمایاں کردار رہے۔

اس اعتراض کے ضمن میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ وقت خانقاہوں میں ہُو حق کے نعرہ لگانے کا

۲؎ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور معاندین کے الزامات۔ ۳؎ حضرت سید احمد شہیدؒ

نہیں بلکہ میدان میں آنے کا ہے[1]۔ اس اعتراض کے جواب میں حضرت حکیم الامت شاہ اشرف علی تھانوی کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

"لوگ کہتے ہیں کہ حجروں میں بیٹھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ میدان میں آنا چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ حجروں میں بیٹھنے سے میدان کی قابلیت پیدا ہوتی ہے۔ جیسے ریڈیو حجرہ میں ہی رکھا جاتا ہے پھر اس سے تقریریں نشر ہوکر تمام عالم میں ہل چل پڑ جاتی ہے سعد بن وقاص ایک معرکہ میں امیر لشکر تھے اور دنبل نکل آنے کی وجہ سے نقل و حرکت سے معذور تھے۔ پھر بھی اپنے خیمہ میں بیٹھے بیٹھے فوج کی کمان کر رہے تھے۔ بلکہ جب نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی بدر سے پہلے حرا تھا تو بدیگراں چہ رسد۔"

تیسرا اعتراض سب اعتراضوں سے کمزور بلکہ اگر جاہلانہ نہیں تو بچگانہ ضرور ہے۔ چند دنیا داروں نے پیری مریدی کو دنیا کمانے کا پیشہ بنالیا ہے اور اکثر ان لوگوں سے ایسے اعمال سرزد ہوتے ہیں کہ جن کو فہم دین اور عقل سلیم ہرگز برداشت نہیں کرسکتی۔ ایسے "پیروں" کو دیکھ کر یہ فیصلہ صادر کیا جاتا ہے کہ پیری مریدی کا سلسلہ بذات خود ہی قابل ملامت ہے۔ اگر کوئی وکیل اپنے موکل کے مقدمہ کی پیروی ٹھیک طریقے سے نہ کرے تو کیا سارے وکیل گردن زدنی قرار دیئے جائیں گے؟ اگر کوئی ڈاکٹر صحیح آپریشن نہ کرسکے اور مریض کا دوران آپریشن انتقال ہوجائے تو کیا اس واقعہ سے یہ عمومی فیصلہ کردینا بجا ہوگا کہ سارے ڈاکٹر جب آپریشن کرتے ہیں، تو مریض مرجاتا ہے؟ اگر کچھ مسلمان خراب کام کرتے ہوئے ملیں تو کیا یہ کہہ کر دین اسلام ہی کو چھوڑ دیا جائے گا کہ اس میں ایسی گندی ذہنیت اور گنہ گار زندگی کی پرورش ہوتی ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو کیا چند دوکاندار "پیروں" کی بدمعاشیاں اور دنیا داری دیکھ کر بجائے اس کے کہ ان کو برا کہا جائے سلسلہ بیعت و رشد و ہدایت و تزکیہ نفس ہی کو قابل ملامت گردانا جائے تو کیا یہ فیصلہ بعید از عقل نہ ہوگا؟

---

[1] غالباً چرچل نے بھی محاذ جنگ پر خود جاکر جرمن فوجوں سے مقابلہ کیا تھا!

کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا!

جس طرح دین کے دوسرے شعبوں میں امت کے بعض حلقوں سے چھوٹی بڑی غلطیاں ہوئی ہیں؛ اس طرح سلوک و تصوف کا شعبہ بھی غلطیوں سے محفوظ نہیں رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس شعبۂ احسان و تصوف کے سلسلہ کی اغلاط و ضلالت بھی من جانب اللہ محققین صوفیا کے ذریعہ برابر درست ہوتی رہی ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اور ان کے فرزند و جانشین خواجہ محمد معصومؒ کے مکتوبات، حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تصانیف اور ان کے مکاتیب، حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا مرتب کیا ہوا حضرت سید احمد شہیدؒ کے ملفوظات وافادات کا مجموعہ۔ پھر اسی صدی میں حضرت حاجی صاحبؒ کے ارشادات گرامی، حضرت گنگوہیؒ کے رسائل و مکاتیب اور سب سے آخر میں حکیم الامت حضرت تھانوی کا تصنیف کیا ہوا اس سلسلے کا پورا کتب خانہ ان کوششوں نے تصوف کو اتنا صاف و روشن کر دیا ہے کہ اب اس راہ میں کسی کا گمراہ ہونا صرف اس کی بدقسمتی ہے۔ کسی کے لئے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ سلوک و تصوف میں کچھ لوگوں کی غلط روی کی وجہ سے دین کے اس شعبہ ہی سے بے نیاز ہو جائے جس کے بغیر بندہ کا دین کامل نہیں ہوتا اور حلاوت ایمان نصیب نہیں ہوتی [۱]

حضرت تھانوی فرماتے ہیں۔

"تصوف کا ناس کر دیا ہے ان جاہل صوفیوں نے اور فقیری کو ہاوّ بنا رکھا ہے۔ کہتے ہیں چلے کھینچو بیوی کو طلاق دے دو۔ اولاد کو عاق کر دو۔ چالیس چنے رکھ لو اور ایک چنا روز کھاؤ بدون اس کے فقیری نہیں ملتی۔ میں کہتا ہوں واللہ دوشالوں میں، گدے تکیوں میں، سلطنت میں، مرغن کھانوں میں، فقیری ملتی ہے۔ مگر گھر میں نہیں۔ شیخ کامل کی خدمت میں ملتی ہے۔" [۲]

---

[۱] مولانا منظور صاحب نعمانی (دین و شریعت)

[۲] طریق القلندر

مزید —

"ان رسم پرست اور مدعیان طریق اور گمراہوں اور ڈاکوؤں سے بجائے دینی نفع کے بہت مخلوق گمراہ ہو چکی ہے اور نفع کیا ہوتا بقول شخصے جب سقادہ ہی میں پانی نہ ہو تو بدھنی میں کیا آوے ۔ یہ لوگ فیض فیض گاتے پھرتے ہیں ہاں مرید سے ایسے پیر کو فیض ضرور ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ دنیا حاصل ہو جاتی ہے ۔ ان لوگوں نے بیچارے مریدوں کا دین تو خراب کیا ہی تھا لوٹ لوٹ کر ان کی دنیا بھی برباد کر دی ۔ ان کی آمدنیوں پر قبضہ کئے ہوئے ہیں ۔ مرید خواہ بیوی کو کچھ دے یا نہ دے خواہ اس کے بچے بھوکوں مریں مگر پیر صاحب کی خدمت فرض و واجب ہے جس کے نہ کچھ حدود ہیں نہ اصول ۔ نہ حرام کی خبر نہ حلال کی ۔ نہ جائز کی تمیز نہ ناجائز کی ۔ غرض نہایت گڑبڑ مچا رکھی ہے اور یہ اندھے مرید بھی ایسی ہی جگہ خوش رہتے ہیں ۔"

مولانا منظور صاحب نعمانی :۔

"صوفیائے کرام کا یہ طریقہ جس کا نام سلوک و طریقت ہے، اصولاً صحیح اور نتیجۃً کامیاب ہے ۔ کون اس سے انکار کر سکتا ہے کہ مشاہیر اولیاء امت مثلاً خواجہ معروف کرخی بشر حافی ۔ سری سقطی ۔ شفیق بلخی ۔ بایزید بسطامی ۔ جنید بغدادی ۔ ابو بکر شبلی ۔ شیخ عبدالقادر جیلانی ۔ شیخ شہاب الدین سہروردی ۔ شیخ ابوالحسن شاذلی ۔ خواجہ عثمان ہارونی خواجہ معین الدین چشتی ۔ خواجہ بہاوالدین نقشبند ۔ خواجہ باقی باللہ ۔ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی ۔ شاہ ولی اللہ دہلوی ۔ سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان جیسے ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد ہیں کہ جو اپنے وقت میں اس نسبت کے حامل بلکہ اس راہ کے امام اور داعی ہوئے ہیں ۔ اور ان میں سے ایک ایک کی صحبت و تربیت سے اللہ کے ہزاروں لاکھوں بندوں کو یہ دولت حاصل ہوئی ہے بس جس طریقہ نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنے کاملین اور اس قدر اصحاب

احسان و یقین پیدا کئے ہوں جن کو بجا طور سے اس امت کا گل سرسبد کہا جا سکتا ہے اس کے صحیح و کامیاب و مقبول ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے[1]۔"

چوتھا اعتراض دلیل کم ہمتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اچھا صاحب بضرورتِ محقق شیخ بہ سلسلۂ اصلاح باطن تسلیم مگر یہ شیخ کامل اب ہیں کہاں؟ ان ناقدین تصوف کو معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا بزرگوں سے نہ کبھی خالی رہی اور نہ قیامت تک خالی رہے گی۔ البتہ یہ حضرات پُرخلوص کوشش کے بعد ہی ملتے ہیں۔ بیمار کے پاس ڈاکٹر خود نہیں آتا، ڈاکٹر کے پاس بیمار خود جاتا ہے پھر ڈاکٹر بھی تو کئی ہیں۔ مریض خود اپنے اور دوسرے احباب کے تجربوں کی بنا پر اور ان چند صحیح اصولوں کی روشنی میں جو ایک ذمہ دار ڈاکٹر پر اطلاق ہوتے ہیں، اپنے لئے بہتر سے بہتر معالج تلاش کرتا ہے اور کبھی یہ شکایت نہیں کرتا کہ آج کل معالج نہیں ملتا۔ اس طرح اگر تزکیہ نفس اور صفائی قلب کی اہمیت دماغ میں رچ جائے اور پھر شیخ کامل کی تلاش میں دوڑ دھوپ کی جائے اور شیخ کو ان اصولوں کے تحت پرکھا جائے جو محققین نے اسی ضرورت کے لئے مرتب کئے ہیں تو یقیناً اور ضرور بالضرور ان شاء اللہ شیخ کامل برائے احسان و سلوک ملیں گے۔

حضرت شیخ العرب والعجم حاجی صاحبؒ نے فرمایا۔

"کوئی جگہ اولیاء اللہ سے خالی نہیں ہے اور جب اولیاء اللہ باقی نہ رہیں گے قیامت واقع ہو گی۔"[2]

اس راہ کو طے کرنے کے لئے کسی رہنما کی رہنمائی ضروری ہے۔ جس طرح کوئی شخص صرف طب کی کتابیں دیکھ کر اپنی اور دوسروں کی بیماریوں کا علاج نہیں کر سکتا اور اگر کرے تو غلط اور خطرناک ہے اسی طرح اس روحانی معالجہ میں بھی کسی ایسے روحانی طبیب سے استفادہ اور اس کی

---

[1] مولانا منظور نعمانی (دین و شریعت)

[2] امداد المشتاق

ہدایات و تجاویز کا اتباع ضروری ہے جو خود اس طریق پر چل کر یہ مقصود یعنی احسانی کیفیت اور رابطہ مع اللہ پیدا کر چکا ہو اور اس راہ کے گرم و سرد سے واقف ہو، اس لئے طالب کا پہلا قدم یہ ہونا چاہیئے کہ اپنی رہنمائی کے لئے اپنی مناسبت کے لحاظ سے وہ کسی صاحبِ نسبت اور صاحبِ ارشاد بندہ کا انتخاب کرے اور اس سے علاج و رہنمائی کا طالب ہو۔

اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ جو شخص کہیں پیر بنا بیٹھا ہے، وہ اس راہ کی رہنمائی کا اہل ہے۔ آج کل جس طرح طبیبوں اور ڈاکٹروں میں ناقص و کامل اور اصلی و نقلی سب طرح کے ہیں، اسی طرح "پیروں" میں بھی سب طرح کے اصلی و نقلی ہیں، بلکہ یہاں نقل اصل سے بہت زیادہ ہے لیکن جس طرح دوسری جگہ میں اصلی و نقلی کو پہچانا جا سکتا ہے، اسی طرح تصوف کے شعبہ میں بھی اہل و نااہل کا پہچاننا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔ اس راہ کے محققین نے جو علم شریعت کے ماہر ہیں کتاب و سنت کے اشارات اور اپنی دینی فہم و فراست اور اس راہ کے تجربہ سے اللہ کے صادق بندوں کی ایسی مثالیں لکھ دی ہیں جن سے اہل قلوب و اصحاب ارشاد کو پہچانا جا سکتا ہے۔ سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ تقویٰ و اتباع شریعت کے ساتھ ان کی یہ کیفیت ہو کہ ان کے قریب رہنے سے خدا یاد آتا ہو۔ دنیا کی محبت کم ہوتی ہو، اور اللہ کی محبت اور آخرت کی فکر بڑھتی ہو اور ان کی رہنمائی میں اس راہ پر چلنے والوں میں یہ چیزیں صاف محسوس ہوتی ہوں۔ حضرت حکیم الامت شاہ اشرف علی تھانویؒ نے شیخ کامل کی پہچان کے چند اصول بیان فرمائے ہیں۔

۱۔ علم شریعت سے بقدر ضرورت واقف ہو، خواہ تحصیل سے یا صحبت علماء سے تا فسادِ عقائد و اعمال سے محفوظ رہے، اور طالبین کو محفوظ رکھ سکے۔

۲۔ عقائد۔ اخلاق و اعمال میں شرع کا پابند ہو۔

۳۔ تارک دنیا راغبِ آخرت ہو۔ ظاہری و باطنی طاعات پر مداومت رکھتا ہو۔

۴۔ کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ بھی شعبۂ دنیا ہے۔

۵۔ بزرگوں کی صحبت اٹھائی ہو۔ ان سے فیوض و برکات حاصل کئے ہوں۔

۶۔ تعلیم و تلقین میں اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا اور ان کی کوئی بُری بات دیکھے یا سُنے تو ان کی روک ٹوک کرتا ہو۔ یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے۔

۷۔ جو لوگ اس سے بیعت ہیں، ان میں سے اکثر کی حالت باعتبار اتباعِ شریعت و قلتِ حرص دنیا کے اچھی ہو۔

۸۔ اس زمانہ کے منصف علماء و مشائخ اس کو اچھا سمجھتے ہوں۔

۹۔ بہ نسبت عوام کے خواص یعنی فہیم دیندار لوگ اس کی طرف زیادہ مائل ہوں۔

۱۰۔ اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی محسوس ہو۔

۱۱۔ خود بھی ذاکر و شاغل ہو کیونکہ بدوں عمل یا عزم عمل تعلیم میں برکت نہیں ہوتی۔

۱۲۔ مصلح ہو، صالح ہونا کافی نہیں۔ شیخ ہونے کے لئے دونوں کے جمع کی ضرورت ہے تاکہ جو مرض باطنی بیان کرو اس کو بہت توجہ سے سنکر اس کا علاج تجویز کرے اس سے دم بدم نفع ہوتا چلا جائے اور اس کی اتباع کی بدولت روز بروز حالت درست ہوتی جائے[1]

جس شخص میں یہ علامات ہوں، پھر نہ دیکھئے کہ اس سے کوئی کرامت بھی صادر ہوتی ہے یا نہیں۔ یا یہ شخص صاحب تصرفات ہے یا نہیں یا اس کو کشف ہوتا ہے یا نہیں۔ یا یہ جو دعا کرتا ہے قبول ہوتی ہے یا نہیں کیونکہ یہ امور لوازم شیخت یا ولایت سے نہیں۔ اسی طرح یہ نہ دیکھئے کہ اس کی توجہ سے لوگ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے ہیں یا نہیں کیونکہ یہ بھی لوازم بزرگی سے نہیں[2]

اپنے ایک معرکۃ الارا وعظ میں فرماتے ہیں۔

" حضرت جنیدؒ کی خدمت میں ایک شخص دس برس رہا چلتے وقت عرض کیا کہ حضرت

---

[1] ایسے ہی لوگوں کی نسبت کہا ہے۔ یک زمانہ صحبت با اولیا ۔ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

[2] شریعت اور طریقت

میں نے اتنی مدت خدمت میں قیام کیا لیکن کبھی کوئی کرامت آپ کی نہیں دیکھی یہ سن کر آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا۔ جوش میں آکر فرمایا کہ اچھا تو یہ بتلا جنید سے تو نے اتنے عرصہ میں کوئی فعل سنت کے خلاف ہوتے ہوئے بھی دیکھا ہے اس نے کہا کہ نہیں اس پر آپ نے جوش میں آکر فرمایا ارے پھر اس سے بڑھ کر جنید کی اور کیا کرامت ہوگی کہ اس نے دس برس تک اپنے خدا کو ایک لمحہ کے لئے بھی ناراض نہیں کیا اور اس سے بڑھکر اور کیا کرامت ہوگی جو تو جنید کی دیکھنا چاہتا ہے[1]"

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا۔

"اور لوگوں کی یہ حالت ہے کہ ہر شخص کے معتقد ہو جاتے ہیں ایسا ہرگز نہ چاہیئے ہر شخص اللہ والا نہیں ہے بلکہ اس کی کچھ پہچان بھی ہے ... اس زمانہ میں بالخصوص اس شخص کے ظاہری اعمال کے صالح ہونے پر نظر کرنے کی بھی سخت ضرورت ہے بعض بدعقیدہ لوگ کہتے ہیں کہ بس صاحب باطن ہونا چاہیئے۔ نماز روزہ کی کیا ضرورت ہے صرف خدا کی یاد اپنے قلب میں ہونے کی ضرورت ہے اس دھوکہ میں ہرگز نہ آنا۔ خود اس کے اعمال بھی درست ہوں اور اس کی صحبت میں بھی یہ اثر ہو کہ دوسروں کے اعمال بھی درست ہو جائیں اس شخص کی صحبت اکسیر اعظم ہے۔"

ایک اور سلسلہ گفتگو میں فرمایا۔

"شیخ کامل وہ ہے جو طالب کی دلجوئی اور تسلی کرتا رہے، اور اس کی مایوس سے مایوس حالت کو سنبھالتا رہے اس کے دل کو بڑھاتا رہے اس میں تو ہم نے اپنے حضرت حاجی صاحب[2] کو دیکھا کہ کیسا ہی کوئی روتا ہوا گیا ہنستا ہوا آیا۔ یہ واقعہ ہے حضرت

---

[1] شیخ کامل کی پہچان کے ۱۲ اصول جو اوپر بیان ہوئے۔

[2] حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی ؒ

حاجی صاحبؒ اپنے زمانہ میں اس فن کے امام تھے۔ مجدد تھے۔ مجتہد تھے۔"

ملفوظ حضرت حاجی صاحبؒ۔

"شیخ کامل کی پہچان کا ایک طریقہ مقرر کیا گیا ہے کہ اگر کسی شیخ کی صحبت سے دنیا سے دل سرد ہوتا جاتا ہو اور عقبیٰ کی طرف میلان زیادہ ہو تو وہ شیخ کامل ہے"

شیخ کامل کی حالت مشابہ عوام کے ہوتی ہے۔ وہ سب میں ملا جلا رہتا ہے۔ اس کی کوئی امتیازی شان نہیں ہوتی اور یہی حالت حضرات انبیا علیہم السلام کی تھی اور اسی حالت کو دیکھکر لوگوں نے کہا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے بشر ہو۔ انبیا علیہم السلام نے اس کی نفی نہیں کی بلکہ اثبات میں جواب فرمایا کہ بیشک ہم بشر ہیں۔ ہمیں اس سے انکار نہیں مگر اس کے ساتھ ہی یہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرمادے چنانچہ ہم پر احسان فرمایا کہ ہم کو نبوت عطا ہوئی۔ غرض شیخ کامل اپنی شان میں مشابہ ہوتا ہے انبیا علیہم السلام کے۔ جہاں اور کمالات اس پر شمع نبوت سے فائض ہوتے ہیں اس پر یہ بھی انبیاء ہی کا فیض ہوتا ہے کہ اس کا چلنا پھرنا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا۔ کھانا پینا۔ نشست و برخاست رفتار گفتار سب سنت ہی کے تابع ہوتا ہے[1]۔

خیال یہ تھا کہ یہاں صوفیوں کے سے دعوے ہوتے ہوں گے مجذوبوں کے ہاں کے سے احکام جاری ہوتے ہوں گے۔ کشف وکرامات کے چرچے اور تذکرے ہوتے ہوں گے بڑا زور خوابوں اور کیفیات کا رہتا ہوگا۔ اور سب سے زیادہ اہمیت کے ساتھ ذکر وشغل کے حلقے ہوتے ہوں گے۔ مولانا کی تصانیف ومواعظ کے مطالعہ اور قبل کی مختصر صحبتوں اور ملاقاتوں نے ان تخیلات کو ضعیف ضرور کردیا تھا۔ پھر بھی اچھی خاصی جان ان میں باقی تھی۔ اب کی طویل صحبت اور روزمرہ کی گفتگوؤں نے رفتہ رفتہ بتایا اور دل میں اتارا کہ اصل شے تو احکام شریعت ہیں مدار کار تو اتباع سنت ہے۔ البتہ پورے اخلاص وتزکیہ قلب کے ساتھ ..." (حکیم الامت از مولانا عبدالماجد)

---

[1] حکیم الامت حضرت تھانوی رح